Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 2,Vol 5, April-June,2023

شمارہ ۲، جلد ۵، اپریل—جون، ۲۰۲۳

ڈاکٹر محمد حمیداللہ کے اسالیب دعوت اور مغربی دنیا پر اس کے اثرات: ایک تحقیقی مطالعہ

Muhammad Hameedullah's style of dawat and its impact on the western world(A research study)

عبدالوحید شہزاد[1]

Keywords:

Dr. Muhammad Hamidullah, dawat, western world

Abstract:

Dr. Muhammad Hamidullah was a renowned researcher of the twentieth century who spent his life researching and writing Islamic sciences and informed the French residents of its universal message in their language. He made the teachings of Islam known to the common people through his words, deeds, and pen. His mastery of 9languages was a great asset in the field of Da'wah. The focus of all his activities was the pleasure of Allah. The most important feature of his characteristics was that he presented his invitation through action, as a result of which thousands of men and women accepted Islam. You clarified the truth of Islam through your pen and gave a scholarly and rational answer to the objections raised against it. The effectiveness of his invitation brought people closer to Islam.What methods did Dr. Sahib use in Dawat Deen?What was the method of satisfying the audience about the teachings of Islam?How can Da'i Allah use these methods in the present age for Da'wah to Allah? These questions will be answered in detail in this pape

1-پی ایچ ڈی سکالر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ بیسویں صدی کے نامور محقق تھے جنہوں نے اپنی زندگی اسلامی علوم کی تحقیق و تصنیف میں بسر کی اور اس کے عالمگیر پیغام سے فرانس کے باسیوں کو ان کی زبان میں آگاہ کیا۔آپ کی خصوصیات میں سب سے اہم خاصیت یہ تھی اپنی دعوت کو عمل کے ذریعے پیش کیا جس کے نتیجے ہزاروں کی تعداد میں مردوں، عورتوں نے اسلام قبول کیا۔آپ نے اپنے قلم کے ذریعے سے اسلام کی حقانیت کو واضح کیا اور اس پر کیے جانے والے اعتراضات کا علمی و عقلی جواب دیا۔ ان کے منہج دعوت کی تاثیر نے لوگوں کو اسلام کے قریب کیا۔ڈاکٹر صاحب نے دعوت دین میں کن اسالیب کو استعمال کیا؟ مخاطب کو اسلام کی تعلیمات سے متعلق مطمئن کرنے کا اسلوب کیا تھا؟ عصر حاضر میں داعی اللہ ان اسالیب کو دعوۃ الی اللہ کے میدان میں کس طرح استعمال کر سکتا ہے ؟ان سوالات کا جواب اس مقالہ میں تفصیل کے ساتھ دیا جائے گا۔

تعارف

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ۱۹ فروری ۱۹۰۸ کو حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔آپ کی نسبت علمی خاندان سے تھی جس کے افراد نے نسل در نسل بر صغیر میں دین اسلام کی اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔اسی بنیاد پر آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز گھر سے ہی ہوا۔اس کے بعد حیدر آباد کی مشہور درس گاہ دار العلوم سے چھٹے درجے تک پڑھتے رہے ،اس کے بعد جامعہ نظامیہ میں سلسلہ تعلیم جاری رہا جہاں انگریزی زبان سیکھی اور میٹرک کا امتحان نجی طور پر دیا جس میں درجہ اول میں کامیاب ہوئے۔

اس کے بعد جامعہ عثمانیہ سے فقہ میں بی اے ،ایم اے ،ایل ایل بی کیا۔ ایل ایل بی میں آپ نے اسلامی و یورپی قانون بین الممالک کا تقابلی مطالعہ کے موضوع کا انتخاب کیا جس کا مواد جمع کرنے کے لیے بیرون سفر کا ارادہ کیا اس مقصد کے لیے ادارے اور ساتھ ہی ماہانہ ۷۵ روپے وظیفہ مقرر کیا۔آپ نے بون یونیورسٹی جرمنی سے ۱۹۳۳ میں ''اسلام کے بین الاقوامی قانون میں غیر جانب داری'' کے موضوع تحقیقی مقالہ لکھا جس پر ڈی فل کی ڈگری عطا کی گئی۔اس کے بعد سوربون یونیورسٹی پیرس سے ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی۔ مقالہ کا عنوان ''عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں اسلامی سفارت کاری'' تھا۔

اس کے بعد تیسری ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینے کے لیے ماسکو کا ارادہ کیا لیکن وظیفہ کی مدت ختم ہو چکی تھی۔آپ واپس جامعہ عثمانیہ تشریف لے آئے ،اور جامعہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔

تقسیم ہند کے بعد ریاست حیدر آباد دکن پر ہندوستان نے قبضہ کرنے کا ارادہ کیا،اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے ریاست اقوام متحدہ کی جانب ایک وفد روانہ کیا جس میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھی قانون دان کی حیثیت شامل تھے۔اسی اثنا میں ہندوستان نے ریاست پر قبضہ کر لیا۔ جس کے بعد آپ نے پیرس کو ہی مستقل اپنا مسکن بنالیا۔ جہاں آپ نے دین اسلام کے نور کو پھیلانا شروع کیا جس کے نتیجے میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ اسلام کے قریب آنے لگے اور اس کی حقانیت کو تسلیم کرنے کے بعد اس کے نظام کے مطابق زندگی بسر کرنے کا آغاز کر دیا۔

ڈاکٹر صاحب پیرس میں رہتے تھے لیکن ان کی نظر پورے عالم اسلام پر تھی ، ہر جگہ کے مسائل سے آگاہ رہتے تھے ،اور اپنی بساط کے مطابق ان کی معاونت فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی تصانیف کی تعداد ۱۷۴ ہے جو اردو، عربی، فرانسیسی، جرمنی، ترکی میں لکھی اور تحقیقی مقالات کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا سب سے عظیم کارنامہ قرآن حکیم کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ جس کے ۲۰ سے زیادہ ایڈیشن شایع ہو چکے ہیں۔ اور اسی طرح سیرت طیبہ ﷺ کو اہل فرانس کی زبان میں پیش کرنا ہے جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے۔ آپ کی وفات ۱۷ دسمبر ۲۰۰۲ کو جیکسن ول، فلوریڈا، امریکہ میں ہوئی، اور ۱۸ دسمبر ۲۰۰۲ کو چیپل ہل قبرستان، فلوریڈا، امریکہ میں تدفین کی گئی۔[2]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور دعوتی میدان

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی شخصیت کا سب اہم پہلو یہ ہے کہ انہوں نے مغرب میں اپنے قول و عمل سے دین اسلام کے نور کو عام کیا۔ حیدر آباد دکن سے ہجرت کے اسباب میں ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ فرنگیوں کے دیس میں اسلام کے پیغام کو عام کیا جائے، اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے بھتیجے احمد عطاء لکھتے ہیں: آپ کے ترک وطن کے بارے میں مختلف قیاس آرائیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن خود ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ جب مدراس پر انگریزوں کی اجارہ داری قائم ہو گئی اور آپ کے بزرگوں نے سوچ لیا کہ ان سے نجات ممکن ہی نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ ان فرنگیوں میں اسلام کی روشنی پھیلائی جائے۔ آپ کے چچا قاضی محمود نے آپ کو فرنگیوں میں تبلیغ کا مشورہ دیا تھا۔ چنانچہ اسی بناء پر محمد حمید اللہ نے فرانس کو اپنا مسکن بنالیا[3]۔

فرانس میں آپ کے شب و روز اسلام کی تعلیمات عام کرنے میں صرف ہوتے تھے۔ مختلف علمی مجالس میں آپ کو خطاب کے لیے مدعو کیا جاتا تھا جس میں اسلام کے احکامات سے متعلق ہونے والے اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیتے تھے۔ آپ کو اپنے دعوتی کام سے اتنی لگن تھی کہ مختلف اسلامی ممالک کی پیش کش کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ۱۹۹۲ میں پاکستان کے سابق وزیر اعظم نے آپ سے فرانس میں ملاقات کی اور اس دوران ان کو پاکستان آنے کی دعوت دی تو آپ نے کہا:

میں وہاں آکر کیا خدمت کر سکوں گا، یہاں ہمہ وقت تحریری کام اور نو مسلم فرنسیوں کی تعلیم و تربیت پر لگا رہتا ہوں۔ یہ کام میری غیر حاضری سے متاثر ہو گا۔[4]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہجرت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب دعوت الی اللہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے قول و عمل سے دین اسلام کی تعلیمات کو مغربی معاشرے میں پیش کیا جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کس اسلوب کے ساتھ دین اسلام کی دعوت دی کہ کثیر تعداد میں لوگوں نے اسلام کی تعلیمات کو اپنا لیا؟ عصر حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر قرآن اور رسول ﷺ کے دعوتی اسلوب کو کس طریقے سے قابل عمل بنایا؟ ان کے اسلوب کے حوالے سے اہل علم کی

---

[2] راشد شیخ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیات، خدمات، مکتوبات، ادارہ علم و فن کراچی، ۲۰۱۶، ص ۱۷۱

[3] مرجع سابق، ص ۳۴

[4]۔ مرجع سابق، ص ۱۶۰

رائے کیا ہے ؟آج کا داعی کس طریقے سے ان کے اسلوب سے استفادہ کر کے اپنی دعوت کو بہتر بنا سکتا ہے ؟اس مقالے میں ان سوالات کا تفصیل سے جواب دیا جائے گا۔

اسالیب دعوت

قرآن حکیم کے معجزوں میں ایک اہم معجزہ یہ ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں اس کی ہدایات کی تاثیر کم نہیں ہوتی، بلکہ مزید فوائد وثمرات حاصل ہوتے ہیں۔اللہ رب العزت نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو دعوت دین دینے کا طریقہ سکھایا، جس پر آپ ﷺ نے عمل کر کے انسانیت کو اللہ کے قریب کیا اور آگ سے نجات دلوائی۔یہی اسالیب دعوت الی اللہ کے میدان میں ہمارے اسلاف کا ہتھیار تھے۔عصر حاضر میں بھی ان کی تاثیر کم نہیں ہوئی بلکہ ان کے بغیر انسانی معاشرے میں دین کی دعوت کی ترویج ہی نہیں کی جاسکتی۔عامۃ الناس کی دین سے دوری کے اسباب میں ایک اہم سبب یہ بھی ہے دعوت کے میدان میں کام کرنے والے لوگ انفرادی واجتماعی سطح پر قرآن کے دیے گئے اسالیب دعوت کے مطابق دین کی دعوت پیش نہیں کر پاتے۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس صدی کی ممتاز شخصیات میں سے ہیں۔انہوں نے ان اسالیب سے بھر پور فائدہ اٹھاتے ہوئے مغربی معاشرے میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو دین اسلام سے قریب کیا۔اس مقالے میں ان کی دعوت کے چار اسالیب کا تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔

- ○اسلوب حکمت
- ○اسلوب موعظہ حسنۃ
- ○اسلوب قدوۃ حسنۃ
- ○اسلوب قصص وامثلہ

اسلوب حکمت

حکمۃ لغت میں انصاف، علم، حلم، نبوت کو کہا جاتا ہے[5] علامہ ابن قیم جوزیؒ نے حکمۃ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حق کی معرفت اور اس پر عمل کرنے کا نام حکمت ہے،اسی طرح قول اور عمل میں مطابقت کو حکمت کہا جاتا ہے۔اور یہ مقام ومرتبہ قرآن حکیم کا حقیقی فہم اور ایمان کی حقیقی معرفت سے ہی ممکن ہے۔[6]

سعید بن علی قحطانی حکمت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قول وعمل میں موافقت اور ہر شئ کو اس کے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے درجہ دینے کو حکمت کہا جاتا ہے۔[7]

[5] فیروزآبادی، محمد بن یعقوب قاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، ص ۱۰۹۵

[6] ابن قیم،حافظ شمس الدین ابوعبداللہ، مدارج السالكين بين منازل اياک نعبد وياک نستعين،درالکتاب العربی بیروت،ج ۲، ص ۱۶

[7] قحطانی،سعید بن علی وھب،**الحكمة فى الدعوة الى الله تعالى** ،وزارة الشؤون الاسلامية والاوقاف والدعوة، والارشاد، ص ۹۳

حکمت کی تعریفات سے معلوم ہوا کہ قول وعمل میں مطابقت کے ساتھ ساتھ کسی بھی شئ کو اس کے مقام ومرتبے کے اعتبار سے حیثیت دینا بھی ضروری ہے۔اس لیے ایک داعی کے لیے ناگزیر ہے کہ اپنی دعوت پر عمل کرنے کے ساتھ اپنی دعوت کو پیش کرتے وقت بردباری سے کام لیا جائے اور ترتیب کے ساتھ اپنی دعوت کو پیش کیا جائے۔

حکمت کا اسلوب اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اہل مغرب کو دین اسلام کی دعوت سے آشنا کیا اس کے پس منظر میں قرآن کے اسالیب دعوت کا اہم کردار ہے۔ذیل میں ان کی دعوتی زندگی سے چند مثالیں ذکر جارہی ہیں جن میں ان کے اسلوب حکمۃ کے استعمال کا منہج معلوم ہوتا ہے۔

داکٹر محمد حمید اللہ سے سوال کیا گیا کہ دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کے برابر قرار دیا گیا ہے اس صورت سے عورت کو آدھا مرد نہیں بنایا گیا؟ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ اس سوال کا تفصیلی جواب دیا جس کی تلخیص یہ ہے کہ :اللہ رب العزت نے تمام اشیاء کی تخلیق میں مماثلت نہیں ہے بلکہ وہ ایک دوسرے کی ضروریات کی تکمیل کرتی ہے۔اللہ نے مرد یا عورت کو مکمل شخصیت نہیں بنایا کہ ان کو ایک دوسرے کی ضرورت ہی نہ ہو،بلکہ دونوں ایک دوسرے کا جزء ہیں،ایک دوسرے کی ضروریات کو مکمل کرتے ہیں۔دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کے برابر اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ دونوں کے فرائض منصبی مختلف ہیں،ایک عورت کو چاہتے یا نا چاہتے ہوئے ماں بننا پڑتا ہے،لیکن یہ کام مرد نہیں کر سکتا،وہ کتنا ہی خواہشمند کیوں نہ ہو۔اسی طرح مسلم سوسائٹی میں عورت کو مردوں سے پردہ کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور ان کے ساتھ مخلوط ہونے کی تشویق نہیں دلوائی گئی۔ان حالات میں جس طرح مردوں کو عورتوں سے ملاقات کی سہولت نہیں ہوتی،اسی طرح اسلامی سوسائٹی میں عورتیں کو مردوں سے ملاقات کی سہولت نہیں ہوتی۔اسلامی قانون شہادت میں یہ ناگزیر تھا کہ ایک کی جگہ دو خواتین کی شہادت مقرر کی جائے۔[8]

اسی طرح ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ کیا ایک مرد عورت کی امامت میں نماز ادا کر سکتا ہے؟اس سوال کا پس منظر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ذکر کرتے ہیں کہ :

"ایک مرتبہ ایک طالبعلم افغان لڑکی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ اس کا نو مسلم شوہر جس کو نماز نہیں آتی اور وہ اس بات پر مصر ہے کہ میں آپ کی اقتداء میں نماز ادا کروں گا۔تو کیا وہ میری اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے؟میں اسے جواب دیا کہ اگر آپ کسی عام مولوی صاحب سے پوچھیں گی تو وہ کہے گا کہ یہ جائز نہیں،لیکن میرے ذہن میں رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل کا ایک واقعہ حضرت ام ورقہؓ کا ہے۔اس لیے استثنائی طور ہر تم امام بن کر نماز پڑھاؤ۔تمہارے شوہر کو چاہیے کہ مقتدی بن کر تمہارے پیچھے نماز پڑھے اور جلد از جلد قرآن کی ان سورتوں کو یاد کرے جو نماز میں کام آتی ہیں۔کم از کم تین سورتیں یاد کرے اور تشہد وغیرہ یاد کرے۔پھر اس کے بعد وہ تمہارا امام بنے اور تم اس کے پیچھے نماز پڑھا کرو۔دوسرے الفاظ میں ایسی استثنائی صورتیں جو کبھی کبھار امت کو پیش آسکتی تھیں ان کی پیش بندی میں رسول اللہ ﷺ نے یہ انتخاب فرمایا تھا۔"[9]

---

[8] ڈاکٹر محمد حمید اللہ،خطبات بھاولپور،ادارہ تحقیقات اسلامی،اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد،ص ۸۸۔۸۹

[9] خطبات بھاولپور۔ص ۳۱

اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا کتنا وسیع مطالعہ تھا جس کی بنیاد پر آپ دین اسلام کی حقیقی ترجمانی کرتے ہوئے لوگوں کو اسلام سے منسلک کرتے تھے۔ عموماً جب بھی ڈاکٹر صاحب کا تذکرہ آتا ہے یہ کہ کران کی خدمات سے اعراض کیا جاتا کہ اچھا وہ جو عورت کی امامت کو جائز قرار دیتے تھے!۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کہ جو اصل صورتحال تھی وہ درج بالا عبارت میں نقل کردی گئی ہے۔

۲۱تا۲۳ فروری ۱۹۸۲ء کو ادارہ دار المصنفین اعظم گڑھ کے زیر اہتمام اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو بھی بذریعہ خط اس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے جواب دیا:

"میں اس امر کا قائل نہیں ہوں کہ مستشرقین پر صرف اعتراضات کیے جائیں اور علمی انداز میں ان کے سوالات کا جواب نہ دیا جائے۔ میرا اپنا تاثر یہ ہے کہ وہ عام طور پر اسلامی چیزوں پر اعتراض نہیں کرتے، وہ مخلص ہوتے ہیں یعنی اپنے علم اور اپنی فہم کے مطابق تاثر دیتے اور بتاتے ہیں اور گالی گلوچ کے ساتھ نہیں، خالص علمی انداز میں ان کو ان کی غلطیاں بتائیں تو عام طور پر فوراً مان لیتے ہیں، ایک تجربہ عرض کرتا ہوں، شاخت آنجہانی سے آپ ناواقف نہیں، ایک مرتبہ انقرہ میں امام سرخسی کا جشن منایا گیا، پہلے شاخت صاحب کی تقریر تھی، پھر میری باری آئی، انہوں نے اپنی رائے بیان کی، اس سے پیشگی واقف ہوئے بغیر میں ان چیزوں کی تردید کی، جشن کے صدر بعد میں مجھ سے بیان کیا کہ شاخت نے اپنی پڑھی ہوئی تقریر واپس مانگ لی اور اور بہت سی ترمیموں کے بعد دی کہ آپ اسے چھاپ سکتے ہیں، یہی تجربہ مجھے اٹلی کے سب سے بڑے مستشرق لیوی دلاویدا سے رہا۔ جزیہ اور ذمیوں سے دگنی چگنی کی وجہ سے میری بحث پڑھ کر مجھے خط لکھا کہ تمہاری ان دلیلوں پر کوئی یہودی ربی بھی زبان نہیں کھول سکے گا۔ غرض اس ناچیز کی رائے میں ان چیزوں کو کھلے دل سے پڑھ کر ان کی غلط فہمیوں کو خالص انداز میں دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"[10]

ڈاکٹر صاحب داعی مزاج رکھتے تھے، اسی نقطہ نظر سے انہوں نے یہ جواب ارسال کیا، اور ان کی کوشش یہ ہوتی تھی غیر مسلموں سے خالص علمی دلائل کی روشنی میں اسلام کی حقانیت پر بات کی جائے اور ان کے اعتراضات کا جواب ان کی کتب سے ہی دیا جائے، تاکہ وہ اسلام کی سچائی سے آگاہ ہو کر اس کو قبول کریں۔

ڈاکٹر عفان سلجوق ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے ملاقات کی تفصیل میں لکھتے ہیں: "ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ ان کو کسی علمی مجلس میں اسلام کے معاشرتی نظام پر گفتگو کرتے ہوئے تعدد ازدواج کا موضوع زیر بحث آگیا، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ تعدد ازدواج دوسرے مذاہب اور ادیان میں بھی جائز ہے منجملہ عیسائیت کے۔ عیسائیت کا لفظ ان کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکل گیا۔ بات آئی گئی ختم ہوگئی۔

کچھ روز بعد ڈاک سے مادام پاؤلا کا خط موصول ہو جس میں اس نے ڈاکٹر صاحب کے اس جملے پر کہ عیسائیت میں تعدد ازدواج کی گنجائش ہے مجود ہے سخت تنقید کی اور لکھا کہ مجھے توقع نہ تھی کہ آپ جیسا پڑھا لکھا شخص ایسی غیر ذمہ دارانہ بات کہے گا اور ساتھ ڈاکٹر صاحب سے اپنے الفاظ واپس لینے کا مطالبہ کیا۔

[10] ڈاکٹر محمد حمید اللہ سیرت، افادات، کمالات، پروفیسر عبد الرحمن مومن

خط پڑھ ڈاکٹر صاحب ایک لمحہ کے لیے سکتہ میں آگئے مگر فرماتے ہیں کہ خدانے میری مدد رہنمائی کی۔اسی انداز ولب لہجہ میں میں نے باؤلارما کو خطاب کیا کہ اگر کوئی اور یہ خط لکھتا تو مجھے چنداں تعجب نہیں ہوتا مگر آپ جو نن (عیسائی راہبہ) ہونے کے ناطے خدا کی بیوی ہیں اور عیسائیت میں ایسی ان گنت مقدس بیویاں موجود ہیں تو پھر آپ کس طرح یہ کہہ رہی ہیں کہ عیسائیت میں تعدد ازدواج نہیں۔ کچھ دنوں بعد پاؤلارمانے ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی اور معذرت چاہی، کچھ عرصہ بعد مشرف بہ اسلام ہوئیں اور اپنا نام طاہرہ رکھا۔"[11]

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب پیرس میں اسلام کے سفیر تھے اور اس کی دعوت کو ان کی زبان میں پیش کیا کرتے تھے۔ اسی طرح نن کے خط میں جس طریقے سے ڈاکٹر صاحب کو خطاب کیا گیا ہے اس پر انہوں نے غیظ وغضب کا اظہار نہیں کیا بلکہ اس کے درجے اور مقام کے لحاظ سے دلیل کے ساتھ جواب دیا۔ جس کے نتیجے میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔

اسی طرح ایک مجلس میں اسلام میں تعدد ازدواج کے حوالے سے وضاحت کرتے ہوئے کہا: "عورتوں اور مردوں میں بھی اسلام کی ایک چیز پر بہت اعتراض ہے اور وہ تعدد ازدواج ہے۔ عورت ظاہر ہے نفسیاتی نقطہ نظر سے وہ شریک حیات بنانا پسند نہیں کرتی کیونکہ یہ اپنے قانون کے احکام کی بناپر عادی ہیں کہ ایک بیوی سرکاری ہو۔ غیر سرکاری جتنی چاہے رکھ لو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تو عورتوں سے میں کہتا ہوں کہ اب تم مثلاً عیسائی رہی ہو یا یہودن رہی تو اپنی کتاب کو دیکھیے۔ حضرت سلیمانؑ کی پاس ایک ہزار بیویاں تھیں، حضرت موسیٰؑ کی گیارہ بیویاں تھیں۔ تو ان پر اگر تمہیں اعتراض نہیں ہے تو اسلام پر بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اجازت ضرور ہے لیکن دو چیزیں قابل ذکر ہیں۔ ایک تو یہودی اور عیسائی مذہبوں میں جو اجازت ہے وہ غیر محدود ہے جتنی چاہیں آپ بیویاں رکھ سکتے ہیں۔ اسلام نے تحدید کی چار سے زیادہ نہ ہوں، دوسری چیز قابل ذکر ہے وہ ہے کہ اجازت ضرور ہے لیکن اس سے استفادہ کرنے والے زیادہ نہیں ہیں۔ مثلاً میں اپنے خاندان کا ذکر کرتا ہوں کہ ہمارے خاندان میں کئی سو آدمی ہیں ۔ کھاتے پیتے لوگ ہیں، لیکن تعدد ازدواج نظر نہیں آتی۔ اجازت کے باوجود کوئی سرکاری ممانعت نہ ہونے کے باوجود انہوں نے استفادہ ہی نہیں کیا۔ یہی یہاں ہو گا اور میں کہتا ہوں ان عورتوں سے کہ تم بہتر جانتی ہو کہ اجازت نہ ہونے کے باوجود کتنے لوگ (فرانس میں) زناکاری کے ذریعے تعدد ازدواج پر عامل ہیں۔ یہ میرا جواب ہے۔ جہاں تک میرے علم میں ہے نو مسلموں میں تعدد ازدواج کم ہی ہے۔"[12]

درج بالا مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ آپ علم وحکمت کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کو پیش کیا کرتے تھے اور اس سے متعلق شکوک وشبہات کو سہل انداز میں میں رفع کیا کرتے کہ مخاطب ان کی دلیل کو سن کر اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس میں داخل ہو جاتے تھے۔

اسلوب موعظۃ الحسنہ

ڈاکٹر ابوالفتح البیانونی موعظۃ حسنہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "نصیحت کے مترادف ہے جس کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثال: نرمی سے بات کہنا، اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے شکر کرنے کی ترغیب دینا، خوشخبری وبشارت کے ساتھ ساتھ انذار کرنا۔ وغیرہ شامل ہے ۔"[13]

[11] ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیات خدمات، مکتوبات، راشد شیخ، ص147,148

[12] ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیات، خدمات، مکتوبات، ص۲۱۹۔۲۱۸

[13] محمد ابوالفتح البیانونی، المدخل الی علم الدعوۃ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ص۲۵۸

ڈاکٹر محمد حمیداللہ کی خوبیوں میں سے ایک یہ خوبی یہ بھی تھی کہ اپنے اقرباء، دوست واحباب، عامۃ الناس، اور سربراہان حکومت کو موقع محل کے حساب سے اچھے انداز میں نصیحت کا فریضہ جاری رکھے ہوئے تھے، جس کی وضاحت ذیل میں دی گئی امثلہ سے ہوتا ہے۔

پروفیسر عبدالرحمٰن مؤمن لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحب کے ایک رشتہ دار نے ان سے دریافت کیا کہ ہماری تاریخ کیا ہے؟ اور ہم لوگ کہاں سے آئے تھے؟ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ تمہیں اس بات کی اتنی فکر کیوں ہے کہ ہم لوگ کہاں سے آئے تھے۔ تمھیں تو اس بات کی فکر ہونی چاہیے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟''[14]

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کے ڈاکٹر محمد حمیداللہ کے ساتھ بہت گہرے روابط تھے، ان کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ بھی رہا ہے جن کی تعداد ۱۵۰ سے زائد ہے جو علمی وادبی لحاظ سے مالا ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے ڈاکٹر محمد حمیداللہ کو ایک مرتبہ بذریعہ ڈاک ایک عید کارڈ بھیجا جس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے خط لکھا:

مخدوم ومحترم زاد مجدکم وعم فضیلتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''میرے عریضے ملے ہونگے۔ ابھی ابھی آپ کا عید کارڈ آیا ہے زحمت فرمائی شکریہ مگر مجھے یہ پسند نہیں اگر دنیا کے ایک ارب مسلمان میں ہر ایک اسطاہر عید پر پانچ روپے صرف کرے ہر سال دس ارب کی خطیر رقم کسی کارآمد دینی وملی غرض کی جگہ اکارت جاتی ہے بلکہ اسکا بڑا حصہ کاغذ ساز ساز، سیاہی ساز اور مطبع ساز غیر مسلمانوں کو جاتا ہے۔ اس عید کارڈ میں متعدد طباعتی یا تالیفی سہو بھی نظر آتے ہیں۔''[15]

اس سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے اور اپنے احباب کی کس انداز میں تربیت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور مسلمانوں کے سرمائے کس انداز میں قدر کیا کرتے تھے۔

اسی طرح ان سے بھاولپور میں ایک شخص نے سوال کیا: آپ ﷺ کے پیروں کاروں کا تناسب حضرت عیسیٰؑ کے پیروں کاروں سے کم سے کافی زیادہ تھا۔ کیا وجہ ہے کہ موجودہ دور میں وہ تناسب نہیں ہے؟

ڈاکٹر محمد حمیداللہ نے اس کے دو جواب دیے، دوسرا جواب جس کا تعلق مسلمانوں کے طرز عمل سے ہے فرماتے ہیں: ''عیسائیوں کے تناسب کے اضافے میں ہمارا اپنا قصور ہے۔ کیا اپنے اطراف نہیں دیکھتے کس تندھی، کس جوش وخروش اور کس خلوص کے ساتھ اپنا دین پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ دنیا کے ہر خطے میں جاتے ہیں۔ قطب شمالی اور قطب جنوبی کی سردیوں میں بھی اکڑتے اور خط استوا کی گرمیوں بھی جھلتے

---

[14] ڈاکٹر محمد سجاد، مکاتیب محمود احمد غازی، معارف اسلامی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد (2011)1:10، ص ۲۱۷

[15] پروفیسر عبدالرحمٰن مؤمن، ڈاکٹر محمد حمیداللہ سیرت افادات وکمالات، فرید بک ڈپو لمیٹڈ، بمبئی دہلی، ۲۰۲۱۶ ص ۱۱۲

ہیں اور اپنا فریضہ انجام دیتے رہتے ہیں۔ یہ ہمارے لیے سبق آموز چیز ہے۔ تبلیغ اسلام کے سلسلے میں ہم اس کا عشر عشیر بھی نہیں کرتے۔ پھر ہم اس بات کی کیسے توقع کر سکتے ہیں ہماری تعداد زیادہ سے زیادہ ہو۔''[16]

اسی طرح عامۃ الناس کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''اسلام کی ہر چیز لوگ پسند کرتے ہیں سوائے اس کے کہ اس میں کام بہت ہیں۔ پانچوں وقت نماز پڑھیں۔ تیس دن روزے رکھیں۔ اس کا کیا حل ہے؟ ظاہر ہے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ میں یہی کہتا ہوں کہ اللہ کی خدمت چوبیس گھنٹے کرتے رہنا چاہیے۔ وہ ہمارا مالک ہے۔ اس نے ہم کو اپنی غلامی کے لیے پیدا کیا ہے۔ ہمیں پوچھنے کا حق نہیں ہے۔ ایک ابدی زندگی آنے والی ہے۔ اس سے محروم ہم اپنے ہاتھوں سے ہوں تو یہ کوئی عقل مندی کی بات نہیں ہے۔ تھوڑی سی زحمت برداشت کر لو اگر اس پر یقین ہے۔ اگر یقین نہیں ہے تو خیر چھوڑ دیجیے۔''[17]

درج بالا مثالوں سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ موقع محل کی مناسبت سے مخاطب کے قد کے مطابق احسن انداز میں وعظ و نصیحت کا اہتمام کرتے تھے۔ عصر حاضر میں دعوت الی اللہ کا کام کرنے والوں کے لیے بھی ان کے اس عمل میں سبق موجود ہے کہ موقع محل کے مناسبت سے اپنی دعوت کو احسن اسلوب کے ساتھ پہنچانے کی کوشش کریں۔

اسلوب قدوۂ حسنہ

دعوت دین کی اشاعت میں داعی کا عمل غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، اس لیے مخاطبین اس ق کے ول و عمل میں تطبیق دیکھتے ہیں۔ اسی بنیاد پر اللہ رب العزت نے اس امر کی تعلیم دی ہے کہ قول و عمل میں مطابقت ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کو قول و عمل کے ساتھ پیش کیا، یہی وجہ ہے کہ لوگ اسلام میں جوق در جوق داخل ہوئے۔ قول و عمل میں موافقت نہ ہونے کی صورت میں اللہ رب العزت نے وعید سنائی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ (18)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی شخصیت کی خصوصیات میں سے سب سے اہم خاصیت یہ تھی کہ وہ دین اسلام پر عمل پیرا تھے۔ اس وجہ سے مخاطب جب ان کے عمل کو دیکھتا تو ان کی شخصیت سے متاثر ضرور ہوتا۔ جس کی وضاحت درج ذیل مثالوں سے واضح ہوتی ہے۔

پروفیسر خورشید احمد آپ کی شخصیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے ساتھ مختلف علمی پروگرامات میں شرکت کا موقع ملا ہے۔ ان میں سے سب یادگار مخیم (تربیتی کیمپ) تھا جو فرانس کی مسلمان طلبہ کی اسلامی تنظیم (umso) کے تحت جو فرانس میں ایک دیہاتی علاقے میں منعقد ہوا تھا۔ اس موقع پانچ روز ایک ساتھ گزارے۔ اس دوران ان کے معمولات کو قریب سے دیکھنے کا موقع میسر آیا۔ عام طلبہ کی طرح زمین پر سوتے اور اپنے برتن ہاتھ سے دھوتے تھے۔

---

[16] خطبات بھاولپور۔ ص ۳۷۴

[17] ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیات، خدمات، مکتوبات۔ ص ۲۱۸

[18] القرآن: ۶۱:۲،۳

مجھے سعادت بھی حاصل ہوئی کہ کمال التفات سے ڈاکٹر صاحب نے میری تقاریر کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ فرمایا۔وقت کی پابند میں بھی ڈاکٹر صاحب اپنی مثال آپ تھے۔اس کی کوئی دوسری مثال میں دے سکتا ہوں تو وہ مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ کی ہے۔''[19]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ترکی کی مختلف جامعات میں ۲۵ سال ترکیہ حکومت کی جانب سے اعزازی استاذ کی حیثیت اپنی خدمات انجام دیتے رہے ہیں، بڑی تعداد میں طلباء وطالبات آپ کے محاضرات میں شرکت کرتے تھے۔آپ کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد ترکی میں دین اسلام کی اشاعت کا کام کر رہی ہے۔وہاں کے اساتذہ وطلباء نے آپ کی شخصیت کو قریب سے دیکھا ہے،ان میں دو علماء کے تاثرات ذیل میں ہیں۔

ڈاکٹر بکیر کارلی آغا(ترکی کے اسکالر) نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی شخصیت پر ''عالم اور اہل ایمان'' کے عنوان سے اپنے مضمون میں لکھا کہ :''ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی سب بڑی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے مغرب میں رہتے ہوئے بھی مغرب کے رنگ میں رنگنے کی بجائے اپنی مسلمانیت برقرار رکھی۔[20]

ڈاکٹر قھرمان ترکی کے ممتاز عالم ہیں۔لکھتے ہیں۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ ایک ایسے عالم تھے جو قرآن سے بلاواسطہ الہام حاصل کرتے تھے وہ ایک مثالی اور ممتاز عالم تھے۔میرا ایمان ہے کہ وہ محض ایک دانشور ہی نہیں ایک ولی تھے۔''[21]

اسلوب امثلہ

قرآن کے اسالیب دعوت میں سے ایک اسلوب امثلہ کا استعمال کرنا ہے۔اللہ رب العزت نے کائنات میں موجود اشیاء کو بطور مثال پیش کر کے انسان کو دعوت دی ہے کہ وہ اپنے کی معرفت حاصل کرے۔اسی طرح داعی اللہ کے ناگزیر ہے کہ اسلام کا پیغام پہنچانے میں امثلہ کا استعمال کیا جائے اس بات اچھے انداز میں واضح ہو جاتی ہے۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس اسلوب کا احسن انداز میں استعمال کرتے تھے جس کی وضاحت ذیل میں دیے گئے واقعات سے ہوتا ہے۔

ڈاکٹر عفان سلجوق ذکر کرتے ہیں کہ :''ایک دفعہ پیرس میں مقیم بیرونی سفیروں کی بیگمات نے اپنے کلب میں ڈاکٹر صاحب کو اسلام پر تقریر کی دعوت دی۔ڈاکٹر صاحب نے اپنے مخصوص دھیمے انداز میں دین حق کو متعارف کرایا خواتین کے حقوق سے متعلق بھی گفتگو کی اور پردہ کی شرعی پابندیوں کا بھی ذکر کیا۔تقریر کے بعد سوالات شروع ہوئے ،چونکہ اسلام غور وفکر کی دعوت دیتا ہے اس لیے پردہ کے فوائد اور اس کی پابندیوں کے متعلق سوالات کی بوچھاڑ ہوگئی۔ڈاکٹر صاحب نے خواتین سے پوچھا کہ جسم کے جو حصے نمایاں اور کھلے رہتے ہیں ان میں اور وہ حصے جو ڈھپے رہتے ہیں کیا فرق ہے؟جواب دیا کہ جو حصے کھلے ہوتے ہیں ان کی جلد دھوپ اور موسمی اثرات کے پیش نظر ویسی ملائم اور نرم نہیں رہتی جیسے ان اعضاء کی ہوتی ہے جو ڈھکے ہوتے ہیں۔یہی حال کھیتوں میں کام کرنے والی دیہاتی خواتین اور دفتروں میں ائیر کنڈیشنڈ ماحول میں کام کرنے والی خواتین کی جلدوں مں ہوتا ہے۔اس سے یہ باثابت ہوتی ہے کہ جلد کو کھر درا اور خشک کر دیتا ہے جب کہ جلد کو ڈھکا چھپا رکھنے سے اس کی فطری ملاحت ،نرمی شگفتگی قائم رہتی ہے۔اسلام نے نہ صرف حقوق نسواں کا علمبر دار ہے بلکہ ان کے حسن وجمال کی نگہداشت کے اصول بھی سکھاتا

[19] پروفیسر خورشید احمد،ڈاکٹر محمد حمید اللہ،فکر ونظر،ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد،(۲۰۰۳)،۴۱۔۴۰:۴:۱،ص ۳۳

[20] ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیات،خدمات،مکتوبات۔ص ۲۳۸

[21] مرجع سابق۔ص ۲۳۹

ہے۔ پردہ میں رہ کر نسوانیت شرم وحیا غرض ہر چیز کی حفاظت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب مسکرا کر کہنے لگے کہ برازیل کے سفیر کی بیوی جاتے ہوئے کہنے لگی کہ موسیو حمید اللہ میں بھی عنقریب ایک برقعہ سلوالوں گی۔''[22]

اسلامی عبادات ایک طرح سے سارے مذاہب کے بلکہ ساری کائنات کا خلاصہ ہے۔ کائنات میں تین طرح کی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ جمادات، حیوانات اور نباتات۔ جمادات کو ہم دیکھتے ہیں وہ کبھی حرکت نہیں کرتے۔ بلکہ ساکت رہتے ہیں۔ نماز میں پہلے بے حرکت کھڑے ہو جاتے ہیں، گویا جمادات کی عبادت کا طریقہ ہماری عبادت میں قیام کے ذریعے سے شامل ہو گیا۔ حیوانات ہمیشہ رکوع کی حالت میں رہتے ہیں یہ ان کی عبادت ہے۔ ہماری نماز رکوع اسی کی مماثل ہے۔ درختوں کا منہ ان کی جڑیں ہیں جو زمین میں گڑی رہتی ہیں یعنی نباتات اپنی عبادت میں سجدے کی حالت میں رہتے ہیں۔ لہذا اسلامی عبادت میں نباتات کا طریق عبادت بھی شامل ہے۔ صرف جمادات، حیوانات اور نباتات ہی نہیں، نماز میں کچھ خالص انسانی خصوصیات بھی جیسے التحیات اس طرح ہم دیکھتے ہیں اسلامی عبادت سارے دینوں بلکہ ساری کائنات کی عبادتوں کا مجموعہ ہے، اس لیے ان سب سے فائق ہے،[23]

---

[22] ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیات، خدمات، مکتوبات، ص ۱۴۷

[23] خطبات بھاولپور، ص ۱۷۵